

## ذاتی مال پر عورت کا حق تصرف اور شریعتِ اسلامیہ

ڈاکٹر شاہدہ پروین<sup>☆</sup>

**Islam is an unerring religion; it organizes human life in all its respects, without neglecting multiple domains of human activity. Islam bestows all human rights to Muslim women regarding their identity, status and rights. It these, recognizes their rights after marriage as they were before this bond with certain conditions in some matters.**

The perfect and complete individuality of the person of the women is manifest in a most striking manner in the matter of property. According to the Islamic law, the woman possesses a most absolute right over her property, she has the right to consume her property according to her will without reference to anybody else, whether it be her father, brother, husband or son or any other person. There is no difference in this matter between a man and a woman. She is absolute mistress of her property to enjoy it or to give it to whomsoever she likes as a gift, or to dispose of it, by sale or any other legal means, at her will. All these rights are inherent in a woman; there is no question of obtaining them through special contracts. Effects of different cultures and folk rights has damaged her rights and actual position, it is the need of the day to restore all their rights.

### پیش لفظ

اسلام دین فطرت ہے اور وہ انسانی زندگی کے سب حصوں، شعبوں اور پہلوؤں کو منضبط کرتا ہے تاکہ متوازن معاشرتی زندگی ظہور پذیر ہو سکے۔ اسلام کے انہی امتیازات میں سے ایک بے نظیر امتیاز مسلم خاتون کو کامل شخص عطا کرنا اور اس کے معاشری، معاشرتی، مالی اور سیاسی حقوق کا تحفظ ہے۔ اسلام عالیٰ زندگی کو پر سکون بنانے کے لیے مرد پر ذمہ داری اور نگہبانی کا بوجھ ڈالتا ہے تو عورت کو کامل مالی حقوق عطا کرتا ہے اور اسے تصرف کا اختیار بھی دیتا ہے۔ مرد کی اطاعت اور خوشنودی سے مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ اگر عورت اپنی شخصیت اور وجود کو شوہر کی شخصیت میں ختم نہیں کرتی تو خوشنودی کا تصور پورا نہیں ہو سکتا۔ مختلف تمدن اور معاشرتی رسم و رواج کے زیر اثر آجکل عورت کی حیثیت، مقام اور حقوق بہت حد تک علاقائی رسم و رواج

<sup>☆</sup> استاذ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ بخارا، لاہور

کے مر ہوں ملت ہو چکے ہیں لہذا اگر وہ شادی کے بعد اپنے نام کے ساتھ باپ کا نام برقرار رکھتی ہے تو طلاق کی دھمکی ملتی ہے اور اگر وہ اپنے ذاتی مال پر تصرف کا حق استعمال میں لاتی ہے تو شوہر کی جانب سے عدم خوشنودی کا رو یہ اس کا سامنا کرتا ہے۔ اس مقالہ میں نکاح کے بعد عورت کی حیثیت اور اس کے ذاتی مال میں تصرف اور حدود و اختیارات کا جائزہ لیا جائے گا۔

اسلام عالمی زندگی کا معابدہ ایسے دو فریقین کے درمیان کرنے کو پسندیدہ قرار دیتا ہے جو عموماً بر ابری کے حامل ہوں تاکہ معابدہ کے برقرار رہنے کے امکانات بڑھ جائیں۔ معابدہ نکاح منعقد ہونے کے بعد بھی دونوں فریقین کے حقوق متعین ہوتے ہیں۔ اگر یہ دونوں فریقین اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کے مرتب ہوں تو ایک دوسرے کو صبر، عنف و احتیاط سے کام لینے کا حکم دیا گیا اور ایسا کرنے کی صورت میں اجر خداوندی کا مستحق قرار دیا گیا لیکن اگر دونوں فریقین یا دونوں میں سے کوئی ان فرائض کو یکسر نظر انداز کر دے تو عالمی زندگی میں خوشگواری تو درکنار اس کا باقی رہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے دونوں فریقین کے فرائض کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

## زوجہ کی حیثیت

نکاح کے بعد سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس انتظامی یونٹ میں دونوں افراد کا کیا مقام ہو گا؟ ان کا دائرہ اختیار کیا ہوگا۔ ان کی حیثیت کیا ہوگی؟ یہاں سب سے پہلے منکوحہ کی حیثیت کے بارے میں بات کریں گے کیونکہ عمومی طور پر مرضیوی اور مضبوط ہونے کی بناء پر اپنا مقام بزور بھی حاصل کر لیتا ہے جبکہ خاتون کے لیے ایسا ممکن نہیں اگر وہ بزرگ اس کی کوشش کرنا چاہے تو گھر برقرار نہیں رہ سکتا اور اگر گھر برقرار نہ رہے تو ان حاصل کردہ حقوق کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی؟ اسلام نے عورت کو نکاح کے بعد بھی معزز مقام دیا ہے اس کو مرد کی لوڈی نہیں بنایا کہ وہ جیسا چاہے اس کے ساتھ سلوک کرے۔ مرد کو انتظامی اعتبار سے عورت پر ایک درجہ بلند کر دیا تاکہ گھر یا نظم انتشار کا شکار نہ ہو۔ اگر منکوحہ کو تم تصور کر لیا جائے تو پھر اس کے حقوق کی طرف سے عدم تو جبکہ ظلم اور تشدد کا راوی یہ جنم لیتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نکاح کے بعد عورت کی علیحدہ شخصیت کو نہ ختم کرتی ہے نہ شوہر کی شخصیت میں ضم کرتی ہے بلکہ اس کا علیحدہ وجود برقرار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض واجبات اس پر عبادت کے علاوہ بھی برقرار رہتے ہیں۔ البتہ خانگی معاملات کی اختیاری حدود میں شوہر کی اطاعت بلکہ خوشنودی کا پابند کیا گیا۔ عصر حاضر میں دین سے دوری اور دیگر معاشروں کے اثرات کی بنا پر

بیوی کی حیثیت کا تصور اکثریت کے نزدیک محض مٹی کے مادھوکا بن چکا ہے۔ مولانا نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

”اسلام نے ازدواجی رشتے کا جو مزاج مقرر کیا ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ ایک دفتری نظام ہو جہاں ایک طرف سے حکم جاری ہوتے ہوں اور دوسرا طرف سے فدویانہ زبان میں عرضی پر چے کھے جائیں۔ نہ ازدواجی زندگی کوئی کاروباری معاملہ ہے۔ یہ رابطہ، رفاقت، کا ہے، دوستی کا ہے اور رحمت و مودت کا ہے۔ عورت کو مرد کے لیے وجہ سکون قرار دیا گیا۔ لیکن جس عورت کو اس کا شوہر کبھی ضروریات سے محروم کر کے کبھی ڈھنی اذیت دے کر، کبھی فریضہ تحفظ ادا کرنے میں کوتاہی دکھا کر، کبھی مار پیٹ کر کے اور کبھی گھر سے نکال کر پریشان حال رکھتے تو وہ سرمایہ تکسین اور وسیلہ مسرت کیسے بنے گی۔ رحمت و محبت اور تکسین و مودت کی فضائے اگر شوہرتباہ کر دے تو پھر خالی اس کے حکم احکام جاری کرنے سے تو زندگی نہیں سنور سکتی۔ (۱) پاکستان کے بعض علاقوں میں عورت کی حیثیت نکاح میں برابر کے فریق نہیں ہوتی بلکہ ”بعض علاقوں میں لہن کی قیمت وصول کی جاتی ہے۔ نوجوان بیٹی کو شادی کے ذریعے فروخت کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور نقصان دہ رواج وٹے سٹے یا بد لے کی شادی کا ہے۔ کسی کا احسان اتارنے یا عزت بچانے کی خاطر دے دیا جاتا ہے“ (۲) وہ آیات جزو جیں کے درجات و مراتب کو بیان کرتی ہیں ان میں یہ آیات بطور خاص اہم ہیں: وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْدُنَّ مِنْكُمْ مِّيقَاتًا غَلِيلًا (۳) حالانکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے مضبوط عہد و پیمانے لے رکھا ہے۔

یعنی جب کوئی انسان انسانیت کے بلند مقامات میں اس مرتبہ تک پہنچ جائے کہ عورت اس پر ہر طرح کا اعتماد کرتے ہوئے اپنا آپ اس کے حوالے کر دے تو مرد بھی اپنا آپ اس کو دیتے ہوئے گویا زبان حال سے یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ میں انسانیت کے تحت تمہارے اعتماد پر پورا اتر نے کام سے عہد کرتا ہوں اور جو اس عہد میں خیانت کرے اس میں کس قدر انسانیت ہوگی؟ کیا مرد سے یہ فطری عہد اس ذات کے لیے لیا جا رہا ہے۔ جو انسانیت میں اس کے مساوی نہیں؟ یا احترام آدمیت میں اس سے گھٹیا ہے؟ کیا یہ دونوں ایک ہی باپ کی اولاد اور ایک ہی جنس کے دفر نہیں؟ کیا اس کے بعد بھی اپنے شریک حیات سے غلام جیسا سلوک کیا جا سکتا ہے۔ (۴) ارشادِ خداوندی ہے۔ وَلَهُمَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمُعْرُوفِ وَلَلَّهِ جَاءَ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةً (۵) اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔ ہاں مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے، درجہ کے لفظ سے محض مرد کی حاکیت کا اعلان مقصود نہیں بلکہ اس سے اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ زوجین کے باہم زندگی گزارنے میں فطری قوانین کے تحت ایک خاص قسم کی

انتظامی ذمہ داری مرد کو سونپی گئی ہے۔ امام طبریؓ نے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آراء ذکر کر کے طویل بحث کی ہے لیکن تمام اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں سب سے بہتر حضرت ابن عباس کی توجیہ ہے کہ اللہ نے مرد کے جس درجہ کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد مرد کا بیوی کے ذمے اپنے بعض واجب حقوق کے بارے میں چشم پوشی اور درگزرسے کام لینا اور اپنی جانب سے عورت کے تمام حقوق کی ادائیگی کے بارے میں فکر مندر ہنا ہے۔ امام طبریؓ اسی مطلب کو سیاق و سبق کے زیادہ مناسب قرار دینے کے بعد فرماتے ہیں خدا کا یہ ارشاد ہے (وَلِلّٰهِ جَاءَ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةً) اگرچہ صورۃ جملہ خبر یہ ہے لیکن معنی کے لحاظ سے یہ مردوں کو عورتوں کے ساتھ فضل و احسان کا معاملہ کرنے کی ترغیب ہے تاکہ مردوں کے مرتبہ و فضیلت کا اظہار ہو۔<sup>(۲)</sup>

ارشادِ باری تعالیٰ ہے **أَكْرَبَا جَاهُ قَوْمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ** <sup>(۷)</sup> (علماء محمود آلوی لکھتے ہیں کہ اس قوامیت کا سبب اللہ سبحانہ نے دو باتوں کو قرار دیا ہے ایک وہی اور کسی۔ وہی فضیلت سے مراد یہ ہے کہ عمومی طور پر مرد عقل و دین میں زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسی لیے رسالت و نبوت ان کے لئے مخصوص ہوتی۔ امامت کبریٰ و صغیری، اذان، اقامت، خطبہ، جمعہ میراث میں زیادہ حصہ وہی فضیلت ہے اور کسی سبب مال خرچ کرنا یعنی مہر اور نفقہ ادا کرنا ہے۔<sup>(۸)</sup> اگر اس وہی اور کسی فضیلت کے فرق پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خلقی برتری بحیثیت صنف کے ہے یعنی مرد اور عورت بحیثیت انسان جسمانی اعتبار سے مضبوط اور کمزور ہیں۔ جبکہ وہی فضیلت کا تعلق خانگی زندگی سے ہے اور اس کا سبب عورت کی مالی ذمہ داریوں کا پورا کرنا ہے۔ اگر مردان ذمہ داریوں سے چشم پوشی اور اعراض کرتا ہے تو وہ اس پر قوام نہیں رہے گا۔ ہماری اس رائے کی تائید علامہ قرطبی کے اس فیصلہ سے بھی ہوتی ہے: انه متى عجز عن نفقتها لم يكن قواماً عليهما۔<sup>(۹)</sup> کہ اگر وہ عورت کا نفقہ ادا نہیں کرے گا تو وہ اس پر قوام نہیں رہے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حلقہ نکاح میں آنے سے عورت اونٹی نہیں بن جاتی بلکہ اس کا شخص برقرار رہتا ہے۔

امام ابن حزم لکھتے ہیں کہ عورت کی حیثیت کے بارے میں بعض کمزور روایات سے استدلال کیا ہے۔ اس سلسلے میں پہلی جس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے ”حارث بن أبي اسامہ عن یزید بن هارون عن یوسف بن عطیة عن ثابت البنانی عن أنس بن مالک أن رجلا غزا وترك امراته في علو وأبوها في سفل وأمرها أن لا تخرج من بيتهما فاشتكى أبوها فاستاذن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی أمرہ فقال لها "اتقى الله وأطیعی زوجك" ثم كذلك اذمات أبوها وله تشهده فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم إن الله غفر لا يبيك بطوع اعيتك لزوجك "اس کی سند میں یوسف بن عطیہ مت روک الحدیث ہیں ان سے حدیث نہیں لی جاتی۔ دوسری حدیث یہ ہے۔ ومن طریق مسدد بن عبدالواحد بن زیاد عن لیث بن أبي سلیم عن عطاء عن ابن عمر "سئل رسول الله عن حق الرجل على زوجته؟ فقال كلاماً منه أن لا تخرج من بيتها إلا ياذنه فان فعلت لعنتها ملائكة الله وملائكة الرحمة وملائكة العذاب حتى ترجع إلى بيتها أو تتوب قيل يا رسول الله وإن ظلمها قال وإن ظلمها" اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن حزم لکھتے ہیں جہاں تک سند کا تعلق ہے لیٹ ضعیف ہیں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جائز قرار دیں اور یہ اضافہ ہے یعنی **ظلمها** کا لفظ اضافہ ہے جو بلا شک لیٹ کی بات نہیں ہے۔ "امام ابن حزم نے حدیث "انظری این انت منه فانه جنتک او نارک" کی دونوں اسناد کو جہالت راوی کی بنابر صحیح قرآن نہیں دیا۔ اس حدیث "نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا اس کے شوہر کا، پوچھا مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے فرمایا اس کی ماں کا۔" اس کی سند میں بھی ابو عتبہ کے مجہول ہونے کی بنا "یسطل هذا" کا حکم لگایا ہے۔ اسی طرح حدیث "شوہر کا بیوی پر اتنا زیادہ حق ہے کہ اگر وہ اس کے زخم اپنی زبان سے بھی چاٹ لے تو حق ادا نہ ہوگا" کی سند میں ربیعہ بن عثمان کو مجہول قرار دیا۔" (۱۰) ایک اور حدیث جس سے عموماً زوج کی حیثیت کے بارے میں استدلال کیا جاتا ہے "وکیع عن الأعمش عن ابی ظبیان عن معاذ بن جبل عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت آمر بشراً أنس جدلیشر لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها" امام ابن حزم اسے پانچ مختلف مندوں کے ساتھ لائے ہیں اور ان سب اسناد کے بارے میں لکھتے ہیں "کل هذا باطل" پہلی سند کے بارے میں لکھتے ہیں اس میں "بریدہ وهو يحدث بالباطل" دوسری سند میں ابوظبیان کی معاذ سے ملاقات ثابت نہیں اس لیے منقطع ہے۔ حدیث سرافہ کو بھی منقطع قرار دیا ہے۔ ایک اور سند میں شریک بن عبد اللہ مدرس ہیں۔ (۱۱) امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ (۱۲) امام حیثیٰ نے لکھا "رواه البزار والطبرانی وفيه النهاس بن فهم وهو ضعيف، ایک اور سند پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔" رجالة الصحيح خلاصۃ بن عبد اللہ السمنین وثقة أبو حاتم وجماعة وضعفة البخاری وجماعة" (۱۳) سند احمد میں بھی اس کی سند پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ اس کی سند میں ابوظبیان

ہے جس نے حضرت معاذؓ کو نہیں پایا۔<sup>(۱۳)</sup> مسنداحمد میں یہ حدیث تفصیلًا بھی مذکور ہے..... اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو جدہ کرے۔ اگر اس کا شوہر حکم دے کہ زرد پہاڑ سے سیاہ پہاڑ پر منتقل ہو جائے اور سیاہ سے سفید کی طرف چلی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ ایسا کرے۔<sup>(۱۴)</sup> اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے۔ هذا اسناد ضعیف لضعف علی بن زید لیکن لکھا ہے کہ اس حدیث کا شاہد موجود ہے اور وہ حدیث عبداللہ بن ابی اوفری سے مروی ہے۔<sup>(۱۵)</sup> حدیث عبداللہ بن ابی اوفری کے بارے میں امام ناصر الدین البانی نے لکھا ہے: ”وهذا إسناد حسن رجال ثقات رجال الشیخین غیر القاسم هذا وهو ابن عوف الشیبانی الکوفی، وهو صدوق یغرب كما في ”التقریب“<sup>(۱۶)</sup> اگرچہ دیگر اسناد پر امام ناصر الدین البانی نے بھی کلام کیا ہے۔<sup>(۱۷)</sup> شاہد کی بنا پر انہوں نے اس حدیث کو قابلِ احتجاج قرار دیا ہے۔ لکھا ہے هذا صحیح علی شرط مسلم<sup>(۱۸)</sup> اگرچہ امام ابن حزم، امام حیشی اور شعیب الارنوۃ نے بھی اس کی کئی اسناد پر برجح کی ہے۔ تاہم امام ناصر الدین البانی نے شواحد کی بنا پر اس کو صحیح غیرہ قرار دیا ہے۔ دراصل عالمی زندگی میں مرد اور عورت دونوں کے دائرہ کار اور حیثیتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ دونوں کے لیے ایسی ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔ عورت کے لیے چونکہ ہر معروف کام میں شوہر کی اطاعت کو لازم کیا گیا ہے۔ اس لیے تاکیداً حکم دیا گیا کہ اسے مقدور بھر اطاعت کرنی چاہیے۔ عورت کی فطرت میں معمولی باتوں پر پہلے احسان کو بھلا دینے کی روشن بھی پائی جاتی ہے۔ اس لیے اسے خصوصی تاکید کی گئی جبکہ مرد کے اختیارات کو محدود کرنے کے لیے بھی بہت اہم تعلیمات دی گئیں۔ عورتوں کو نازک آگبینہ قرار دیا۔ بہتر اس شخص کو قرار دیا جو عورتوں کے ساتھ بھلا سلوک کرے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مبارک ہمارے سامنے ہے کہ ازوادِ مطہرات کے ساتھ انہائی نرمی اور حسن معاشرت کا مظاہرہ کیا۔ عبدالرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں کہ اس سجدے سے مراد مرد کی اطاعت کی شدت بیان کرنا ہے۔<sup>(۱۹)</sup>

اس حدیث مبارکہ میں تمثیلی انداز میں عورت کو تاکید کی گئی کہ عورت کے نزدیک خاوند کا مقام کس قدر اہم ہے۔ لیکن اس سے مراد ہرگز نہیں کہ مرد کو عورت پر غیر محدود اختیار حاصل ہو گیا ہے۔ اصل میں یہ سجدہ معرفت اور قدرشناصی کا سجدہ ہے۔ اگر کسی بندے کے لیے سجدہ کرنا جائز ہوتا تو عورت قدرشناصی کا سجدہ کرتی لیکن اللہ تعالیٰ کے سواسی کے آگے سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے محمد اور شکر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا چاہئے اور مرد عورت کی دلجوئی کرے اور خاوند امیر، خرچ کرنے والا، ذمہ دار اور کام کرنے والا ہوتا ہے اور

النصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شرعی حدود کے دائرہ میں امیر کی اطاعت کی جائے،<sup>(۲۰)</sup> حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ أَلَا وَاسْتُوْصُوْا بِالِّسَّاءِ خَيْرًا، فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ<sup>(۲۱)</sup> خبردار عورتوں کے ساتھ بھلانی کرنے کی وصیت قبول کرلو کیونکہ عورتیں تمہارے ہاں قیدی (خادمہ) ہیں۔

حضرت حصین بن محسن<sup>(۲۲)</sup> سے مردی ہے کہ مجھے میری پھوپھی نے بتایا کہ وہ کسی کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہے؟ کیا شوہر دیدے عورت ہے؟ میں نے عرض کیا جیسا کیا جس پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیرا اپنے شوہر کے ساتھ رویہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے کبھی اس کی اطاعت میں کمی نہیں کی سوائے اس کے جو میری استطاعت میں نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ دیکھو کو) خاوند کی نگاہ میں تم کیسی ہو؟ کیونکہ وہی تمہاری جنت یا جہنم ہے۔<sup>(۲۳)</sup> درج بالا احادیث میں عورتوں کو یہ تکید کی گئی کہ وہ مردوں کی اطاعت اور خدمت سے جنت کی حقدار ہوں گی دوسرا طرف مردوں کو عورتوں کے ساتھ بھلانی کرنے اور احسان کی ترغیب دلانے کے لیے تشبیہ کے طور پر فرمایا کہ وہ تمہارے ہاں قیدی کی طرح سے ہیں۔ ان احادیث سے یہ استدلال کرنا کہ مرد کو اپنی بیوی پر غیر محدود اختیارات ہیں۔ عورت کا شخص رائے اور علیحدہ وجود ختم ہو جانا اس سے یہ مراد ہے ہرگز درست نہیں۔ اگر کوئی بات استعارہ یا تمثیل میں بیان کی جائے تو اس سے مراد شدت ہوتی ہے۔ حقیقی معنی نہیں۔ لہذا مردوں میں طبع شده اصطلاح ”مجازی خدا“ بھی اسلامی تصور شخصیت سے میل نہیں کھاتی۔ ان احادیث سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ اب عورت کے ساتھ جیسا چاہے برا سلوک کرے اور عورت اف تک نہ کرے اگر وہ جنت کے حصول کی خواہش رکھتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ نساءُ كُمْ حَرَثَ لَكُمْ<sup>(۲۴)</sup> تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ یہاں بھی استعارہ کا استعمال ہے۔ کیا اس سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ کسان جس طرح حقیقت کا ثابت ہے۔ مرد بھی چاہے تو عورت کے ساتھ ایسا سلوک کر سکتا ہے؟

انہی حدود کو متعین کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ججہ الوداع کے موقع پر فرمایا ”خبردار عورتوں کے ساتھ بھلانی کا برتابہ کرنا۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی حفاظت میں حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلے کے ساتھ ان کو اپنے لیے حلال کیا تھا۔ عورتوں پر تمہارا حق ہے کہ وہ تمہارے بسترتوں پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو پھر انہیں مار دیکن بے تحاشا نہ مارو۔ عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ بہتر انداز میں ان کا کھانا اور لباس مہیا کرتے رہو“<sup>(۲۵)</sup> (۲۶) ہمارے معاشرے میں شادی کے بعد عورت کی حیثیت کے زیر وزیر ہو جانے کی منظر کشی کرتے ہوئے محترم

نعم صدیقی لکھتے ہیں: ”شوہر کی جانب سے سارا زور لفظ ”تو امیت“ پر دیا جاتا ہے۔ تو امیت کے لفظ میں اقتدارِ عام کا مفہوم شامل نہیں، یہ ایک انتظامی مذہب ہے جسے دورستہ چلنے والوں میں سے ایک کو امیر اور دویادو سے زیادہ نمازیوں میں سے ایک کو امام بنادیا جاتا ہے۔ اسی طرح گھر کا نظم و نتیجہ درست رکھنے کے لیے شوہر کو ایک درجہ فوقیت دی گئی۔ وَلَلَّرِ جَاهِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةً (۲۵) اس درجہ کی وجہ سے کبھی کبھار کوئی حکم دینے کی ضرورت بھی پیش آسکتی ہے۔ مگر مراد نہیں ہے کوئی نظام سلطنت چلا جاتا ہے۔ اب پانی پینے کا حکم ہے۔ اب چھ گھنٹے تک کھانا نہ کھانے کا حکم ہے۔ اب الشانک جانے کا حکم ہے۔ اب دو گھنٹے دھوپ میں کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ اب بیار باپ کی بیمار پرس کو جانے کی ممانعت ہے۔ گھر نہ ہوا قید خانہ یا پولیس اسٹیشن ہوا۔ مرد اپنے درجہ کی بنیاد پر بعض استحقاقات رکھتے ہیں لیکن اولین ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ خود اس درجہ کی وجہ سے عائد ہونے والی ذمہ داری کو پورا کریں۔ (۲۶)

مولانا مودودی لکھتے ہیں ”جن قوموں نے اپنی عورتوں کو جاہل، ناتربیت یافتہ، ذلیل اور حقوق منیت سے محروم رکھا ہے۔ وہ خود پستی کے گڑھے میں گرگئی ہیں کیونکہ انسانیت کے پورے نصف حصہ کو گردانیے کے معنی خود انسانیت کو گردانیے کے ہیں۔ ذلیل ماوں کی گودیوں سے عزت والے، اور ناتربیت یافتہ ماوں کی آغوش سے اعلیٰ تربیت والے اور پست خیال ماوں کے گھوارے سے اوپھے خیال والے نہیں نکل سکتے۔ اس لیے انہیں معاشرت میں عزت کا مقام بخیش تاکہ ان میں عزت نفس کا احساس پیدا ہو۔ تاکہ ان کے اندر وہ بہترین بشری صفات پیدا ہو سکیں جو صرف عزت نفس کے احساس ہی سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ (۲۷)

صدیوں سے بزرگ پاک و ہند میں ہندو مسلم اکٹھے رہتے آئے ہیں اور پھر پیشتر مسلم آبادیاں ان لوگوں پر مشتمل ہیں جن کے آباء اجداد پہلے ہندو تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ دونوں صورتوں میں ہندو معاشرے کا اثر آنا لازمی ہے۔ ہندو معاشرے میں عورت کا مقام اور درجہ مرد سے بہت کم تر ہے۔ (۲۸) ماں باپ کی جائیداد میں ترک نہیں ملتا۔ شادی سے قبل اس کو تمام تر ماں باپ کی مرضی پر چلانا ہوتا ہے اور دن رات ان کی اور بھائیوں کی خدمت کرنی ہوتی ہے۔ شادی کے بعد اس کا خاوند اس کا مجازی خدا ہوتا ہے اور بیوی کو دیوتا کی طرح اس کی پرستش کرنی پڑتی ہے۔ (۲۹) سو سال پہلے یہ دستور تھا کہ شوہر کی لاش کے ساتھ ساتھ بیوی بھی پتتا کے شعلوں میں جل مرتی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ ہندو معاشرے میں خاوند کے بغیر اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ پھر بیوہ کی شادی نہیں ہو سکتی اس کو تمام عمر خاوند کے سوگ میں گزارنی پڑتی تھی۔ (۳۰)

بر صیریں خاوند کے لئے ”پتی“ اور سرتاج جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جس کا مطلب ہے مالک۔

ہندی زبان میں خاوند کے لیے پتی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ دوسری طرف یہی لفظ صدر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ”راشتہ پتی“، اس طرح بیگانی خاوند کے لیے ”شامی“، کا لفظ استعمال کرتے ہیں جبکہ سنکریت زبان میں ”شامی“ کا مطلب ہے حمران یا خدا۔ انگریزی زبان میں خاوند کے لیے Husband کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے لغوی معنی میں ایسا انسان جو حکم چلاتا ہو۔ (۳۱)

اس معاشرے کے ساتھ صدیوں اکٹھار ہنئے کی بنا پر نظری طور پر تو عورت کی حیثیت مسلم رہی لیکن عملًا بیوی کی حیثیت بہت متاثر ہوئی اور بے شمار عملی مسائل نے جنم لیا حالانکہ اسلام عورت کو عزت اور تحفظ عطا کرتا ہے۔ خاوند کے احترام کا حکم دیتا ہے لیکن اس کی حدود بھی مقرر کرتا ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے ”کہ امام مالکؓ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنے خاوند کا احترام کرنے میں مبالغہ سے کام لیتی ہے۔ یعنی عورت خاوند کا آگے بڑھ کر استقبال کرتی ہے۔ اس کی سواری سے سامان اور کپڑے وغیرہ اتارتی ہے اور جب تک خاوند نہ بیٹھ جائے وہ بھی نہیں بیٹھتی۔ تو امام مالکؓ نے فرمایا۔ استقبال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن جب تک وہ نہیں بیٹھتا یہ کھڑی ہے تو یہ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ تکبیر و مغرور لوگوں کا طریقہ ہے۔ (۳۲) عمر بن عبدالعزیزؓ بھی اس کو غلط جانتے تھے۔ (۳۳)

عبد الرحمن الصابونی لکھتے ہیں ”بے شک ازدواجی زندگی رائے میں جبر، معاملہ میں ظلم اور اندھی اطاعت کا نام نہیں بلکہ اس میں حقوق و واجبات کا تعین کیا گیا ہے۔ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں بلکہ اطاعت شرع کی پابندی میں ہوگی۔ بیوی کی شوہر کے لیے اطاعت شخصی اطاعت کا نام نہیں بلکہ یہ ان احکام اور قواعد کی پابندی کا نام ہے جن سے شادی کا بندھن وجود میں آتا ہے۔ اسی طرح شوہر کی بیوی کے لیے اطاعت کوئی احسان یا لطف و کرم ہی نہیں بلکہ یہ ازدواجی زندگی کے قیام کے لیے و جوب کا درجہ رکھتی ہے۔ خاندانی زندگی میں ہر حق اپنے بدلتے میں و جوب رکھتا ہے۔ (۳۴) جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (۳۵) اور عورتوں کے بھی مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں۔

### عورت کا ذاتی جائیداد اور آمدی پر حق

شادی کے بعد عورت کی حیثیت پر اثر انداز ہونے والا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ عورت اپنی جائیداد اور آمدی پر حق رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر رکھتی ہے تو اس کی حدود کیا ہیں؟ اسلامی شریعت کے امتیازات میں عورت کو معاشی حقوق عطا کرنا بھی شامل ہے وہ عورت کو وراثت کے نہایت وسیع حقوق دیتا ہے باپ سے، شوہر سے،

اولاد سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے اس کو وراثت ملتی ہے۔ (۳۶) نیز شوہر سے اس کو مہر بھی ملتا ہے۔ ”اور ان تمام ذرائع سے جو کچھ مال اس کو پہنچتا ہے اس میں ملکیت اور قبض و تصرف کے پورے حقوق اسے دیئے گئے ہیں جن میں مداخلت کا اختیار نہ اس کے باپ کو حاصل ہے۔ نہ شوہر کو نہ کسی اور کو۔ مزید برآں اگر وہ کسی تجارت میں روپیہ لگا کر، یا خود محنت کر کے کچھ کمائے تو اس کی مالک بھی کلیّہ وہی ہے اور ان سب کے باوجود اس کا نفقہ ہر حال میں اس کے شوہر پر واجب ہے۔“ (۳۷)

### عملی صورتِ حال

اسلام میں عورت کے حقِ جائیداد، حقِ وراثت اور حقِ ملکیت و تصرف کو تسلیم کرنے کے باوجود صورتِ حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ عورت کو جائیداد سے محروم کرنے کے لیے طرح طرح کے ہتھنڈے استعمال کئے جاتے ہیں ”پنجاب کے رسم و رواج کے تحت غیر منقولہ جائیداد عورتوں کے نام نہیں کی جاتی۔ زبانی کلامی اس حق کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ بہنوں کو جائیداد سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ملتان اور بہاولپور میں کہیں کہیں حق بخشونا، بڑکیوں کی شادی کرنانا یا ان کی شادی قرآن سے کردینا۔ تاکہ وہ جائیداد میں حصہ دار نہ بن سکیں۔ ایک عام سی رسم ہے۔ پنجاب میں بیوہ اگر دوسری شادی کرے تو اسے جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جاتا۔ سندھ میں بھی عورتوں کو جائیداد کا کوئی حصہ نہیں ملتا۔ سندھی بیوہ عورت کو وراثت سے بچوں کے حق میں زبردست بردار کرایا جاتا ہے۔ بڑے جاگیرداروں میں حق بخشونا کاررواج ہے۔ بعض اوقات جائیداد کی وجہ سے عورتوں کو خفیہ طور پر قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔ جائیداد کے حصول کے مrud عورتوں پر بد کرداری کا الزام لگا کر قتل کر دیتے ہیں۔ صوبہ سرحد میں بھی عورتوں کو جائیداد کا کوئی حصہ نہیں دیا جاتا۔ ڈیرہ اسماعیل خان، مردان، صوابی اور دیگر جگہوں میں عورتوں کو نکاح کے وقت جائیداد کا ایک حصہ حق مہر کے طور پر دیا جاتا ہے۔ جو بعد میں ان سے بخشونا کروالیسا کر لیا جاتا ہے۔ لڑکوں کی موجودگی میں عورتیں زمین کی وارث نہیں بن سکتیں اور نہ ہی باپ کی غیر منقولہ جائیداد میں بیواؤں کے لیے وراثت کا کوئی تصور موجود نہیں ہے اور عموماً انہیں جائیداد میں وارث کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ بلوچستان میں بھی عورتوں کو جائیداد وراثت میں نہیں دی جاتی۔ قبائلی رسم و رواج کے مطابق عورتیں جائیداد کی مکمل وارث نہیں بن سکتیں۔ ہزارہ جاتوں یا نوآباد لوگوں میں عورتوں کو جائیداد میں حصہ دیا جائے تو مقامی سردار سماجی طور پر اس کو قبول نہیں کرتے جس کی وجہ سے عورتوں کو مجبوراً اپنی وراثت سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔ بلوچستان میں بیواؤں کی جائیداد ہتھیار نے کے لیے انہیں سرال میں ہی کسی سے دوبارہ شادی کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں رسم و رواج کے تحت عورتوں کو جائیداد سے محروم کرنے کے لیے حیل بہانے تراشے جاتے ہیں۔ مردوں کا کہنا ہے کہ باپ دادا کی جائیداد کو تقسیم کرنا مشکل کام ہے۔ بیٹیوں کو اگر جائیداد دی جائے تو ان کے شوہر جو غیر بھی ہو سکتے ہیں۔ ان کے علاقے یا گاؤں میں آکر زمین کا انتظام سنبھالنے سے علاقے کے سماج اور سیاسی توازن میں بچل پیدا ہوتی ہے۔ عورتوں پر ان کے شوہر کے قتل کا الزام لگا کرو راثت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ بلوچی عورت کو اس کا خاوند بستر مرگ پر جائیداد بچانے کے لیے طلاق دے دیتا ہے۔ (۳۸)

### بیوی کے حق ملکیت کا جواز

قرآن مجید فرقانِ حمید انسانیت کو یہ خوشخبری دیتا ہے کہ جس طرح مرد حق ملکیت و راثت رکھتا ہے خاتون بھی وہی حق رکھتی ہے۔ (اگرچہ اس کی ذمہ داریوں کے لحاظ سے اس کا حصہ کم رکھا گیا ہے) فرمایا  
 لِلرَّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا أَكْتَسَبُوا وَلِلِّيَّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا أَكْتَسَبَنَ طَوَّافُوا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ  
 اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا وَلِكُلِّ جَعْلَنَا مَوَالِيٍّ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدُونَ وَالْأَقْرَبُونَ (۳۹)  
 مردوں کا وہ حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے ان کا وہ حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جانے والا ہے۔ ماں باپ یا قرابت دار جو چھوڑ میریں اس کے وارث ہم نے ہر شخص کے حصے مقرر کر دیئے ہیں۔

اکثر مفسرین نے یہاں اکتساب سے مراد خیر و شریا ہے۔ ”شانِ نزول کی روایتوں میں آیا ہے کہ کچھ عورتوں نے احسان کمتری کی بناء پر مردوں پر رٹک کا اظہار کیا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ نجات و مغفرت اور قرب حق تو اپنے اعمال ارادی و اختیاری پر ہے اور اس لحاظ سے مرد عورت کی حیثیت بالکل یکساں ہے۔ عورتوں کے لیے بھی قانونِ حسن عمل وہی ہے جو مردوں کے لیے ہے۔ اس لیے انہیں مردوں پر رٹک کا کوئی محل نہیں۔ یہ فرق تو محض تکوئی مصلحتوں سے رکھ دیئے گئے ہیں۔ مرد، حیثیت مرد ہرگز اللہ کے ہاں مقرب تر اور نجات کا مستحق تر نہیں اور عورت اپنی جنس کی بناء پر ہرگز کسی اجر و قرب سے محروم نہ رہے گی۔“ (۴۰)

قادہؓ لکھتے ہیں اس سے مراد ”الاکتساب بالحیر“ ہے جبکہ ابن عباسؓ کہتے ہیں اس سے مراد میراث ہے، امام قرطبی وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس کے بعد نازل ہونے والی آیت بھی میراث کے بارے میں ہے۔ (۴۱) یہی نقطہ نظر دیگر مفسرین نے بھی مراد لیا ہے۔ (۴۲)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لِلرَّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدُونَ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلِّيَّسَاءِ نَصِيبٌ

إِمَّا تَرَكَ الْوَالِدُونَ وَالْأُقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ طَنَصِيبَامَّفَرُوضًا (۲۳) مال باب اور خویش وقارب چھوڑ مریں۔ خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ، حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔ عورت کو صرف وراثت ملکی ہی نہیں بلکہ وہ اس کے ملکیت و تصرف میں موجود ہتی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ مرنسے کے بعد اس کی وراثت جاری ہوتی ہے۔ یعنی اس کی جائیداد اس کے تصرف میں موجود ہتی ہے۔ خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ بیوی کی وراثت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكُنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصَّى بِهَا أَوْ دِيْنٍ (۲۴) تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھا حصہ تمہارا ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے۔ اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کرگئی ہے یا قرض کے بعد۔

مردوں کی طرح عورتوں کو بھی زکوٰۃ و صدقات کا حکم دیا گیا۔ فرمایا أَفِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوْلِرَّسْكُوْةَ (۲۵) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں کیونکہ عمومی احکامات مذکرو مونث دونوں کے لیے ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ کرو کیونکہ اکثر عورتیں جہنم کا ایندھن بنیں گی۔“ وہاں ایک خاتون جو کہ عورتوں کے درمیان بیٹھی تھی، اس کے رخساریاہ تھے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ وہ کیوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم شکوہ و شکایت بہت زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو، تو عورتیں اپنے زیورات صدقہ کرنے لگیں اور اپنے زیور بلاں رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنا شروع کر دیئے۔“ (۲۶)

اسلام جس طرح مردوں کو اپنی ملکیت کو معروف طریقے کے مطابق استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہی حقوق عورتوں کو بھی عطا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (۲۷) عورتوں کو بھی معروف کے مطابق وہی حقوق حاصل ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ إِنَّمَا النِّسَاءُ شَفَاقَتُ الرِّجَالِ (۲۸) عورتیں مردوں کی بہنیں ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”کہ زمانہ جاہلیت میں ہم عورتوں کو کچھ بھی نہیں دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حق تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنا کلام نازل کیا اور ان کے لیے ترکہ میں حصہ مقرر کرنے کے احکامات نازل فرماتے۔“ (۲۹) بیوی کا مال اس کی ملکیت میں موجود ہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے اہل و عیال اور شوہر پر

خرج کرنے کا اجر ملتا ہے۔ زینب ثقیہ رضی اللہ عنہا یعنی ابن مسعودؓ کی بیوی کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ کرو، اگرچہ اپنے زیور سے کرو..... دو صحابیت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ بیوی خاوند پر اس حال میں کہ اس کی پرورش میں یتیم بچہ بھی ہیں، صدقہ کر سکتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کرنے والی عورتوں کو دو اجر ملیں گے ایک قربات داری کا اور دوسرا اجر صدقہ کا۔ (۵۰) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مال شادی کے بعد بھی اس کی ملکیت ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیتے کہ یہ مال تمہارے شوہر کا ہی ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے اجر کی نوید سنائی۔

### بیوی کا اپنے ذاتی مال میں تصرف کا حق

مال عورت کی ملکیت میں ہونے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ مال معروف کے مطابق خرچ بھی کر سکتی ہے کیونکہ اگر اسے مال پر تصرف کا حق نہیں تو پھر مال پر ملکیت رکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ اور بات ہے کہ زوجین کو باہمی تعاون اور حسن معاشرت کا خیال رکھتے ہوئے مال کو ناجائز ضائع نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ایسے مقام پر ضائع کرنا چاہیے جو اہل خانہ کی محرومی اور تنگی کا باعث بنے۔ مرد عورت کا ذاتی مال اس کی رضامندی کے بغیر خرچ نہیں کر سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ کا مال اس کی رضامندی کے بغیر استعمال نہیں کیا۔ حد ثنا موسیٰ بن اسماعیل، حدثنا حماد عن ثابت البناني، عن سمیة، عن عائشة: أَنَّهُ أَعْتَلَ بَعْيرًا لِصَفِيَّةِ بُنْتِ حُبَيْرٍ وَعِنْدَ زَيْنَبَ كَفُولُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ بُنْتِ حُبَيْرًا "أَعْطِيهَا بَعْيرًا" فَقَالَتْ: أَنَا أَعْطِيُ تِلْكَ إِلَيْهُو دِيَةً؟ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ فَهَجَرَ هَادَا الْحِجَّةَ وَالْمُحْرَمَ وَبَعْضَ صَفَرَ (۵۱)

اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ مندرجہ میں بیان کیا گیا ہے۔ (حدثنا عبدالرزاق، قال: حدثنا

جعفر بن سليمان، عن ثابت، قال: حدثني شميسيه أو سميه، قال عبد الرزاق: هو في كتابي: سميه عن صفية بنت حبيبي أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم حج بن سائمه، فلما كان في بعض الطريق، نزل رجل، فساق بهن، فأسرع، فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: "كذاك سوقك بالقوارير" يعني النساء. فبينا هم يسرون، برک بصفية بنت حبيبي جملها، وكانت من أحسنهن ظهراً، فبكـت، وجاء رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حين أخبر بذلك، فجعل يمسح دموعها بيده، وجعلت تزداد بكاء وهو ينهاها، فلما أكثـرت، زبرها وانتهرها، وأمر الناس بالنزول، فنزلوا، ولم يكن يريد أن ينزل. قالت: فنزلوا، وكان يومي، فلما نزلوا،

ضرب خباء النبي ﷺ، و دخل فيه، قالت: فلم أدر علام أهجم من رسول الله ﷺ؟ وكثيست أن يكون في نفسه شيءً فانطلقت إلى عائشة، فقلت لها: تعلمين أنني لم أكن أبيع يومي من رسول الله ﷺ بشيءً أبداً، وإنني قد وهبت يومي لك على أن ترضي رسول الله ﷺ عنني، قالت: نعم، قال: فأخذت عائشة خماراً لها قد ثردهه بزعران، فرشته بالماء ليذكى ريحه، ثم لبست ثيابها، ثم انطلقت إلى رسول الله ﷺ، فرفعت طرف الخباء، فقال لها: "مالك يا عائشة؟ إن هذا ليس بيومك" قالت: ذلك فضل الله يوتيه من يشاء، فقال مع أهله، فلما كان عند الرواح، قال لزينب بنت جحش: "يا زينب، أفرقري اختك صفية جملًا"، وكانت من أكثرهن ظهراً، فقالت: أنا أفرقريهوديتك، فغضب النبي ﷺ حين سمع ذلك منها، فهجرها، فلم يكن لها حتى قدم مكة وأيام مني في سفره، حتى رجع إلى المدينة، والمحرم وصفر، فلم يأتها، ولم يقسم لها، وينسأ منه، فلما كان شهر ربيع الأول، دخل عليها، فرأته ظلة، فقالت: إن هذا لظل رجل، وما يدخل على النبي ﷺ، فمن هذا؟ فدخل النبي ﷺ، فلما رأته قالت: يا رسول الله، مأدري ما أصنع حين دخلت على؟ قالت: و كانت لها جارية، وكان تخبوها من النبي ﷺ، فقالت: فلانة لك، فمشي النبي ﷺ إلى سرير زينب، وكان قد رفع، فوضعه بيده، ثم أصحاب أهله، ورضي عنهم. (٥٢)

بہاں قرین قیاس یہی لگتا ہے کہ آپ ﷺ کی ناراضگی کا سبب حضرت صفیہ کو یہودیہ کہنا تھا جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے حضرت صفیہ کو چھوٹا کہنے پر بھی تنبیہ فرمائی (۵۳) آپ ﷺ امیر قافلہ بھی تھا اور بطور شوہر انتظامی اعتبار سے فائق درجہ رکھتے تھے۔ اس کے باوجود یہوی کی ملکیت سے استفادہ اس کی رضامندی کے بغیر نہیں کیا۔ حالانکہ آپ ﷺ امیر قافلہ ہونے کی حیثیت سے ایسا کر سکتے تھے۔ جبکہ سفر میں احکام ایک حد تک متغیر بھی ہو جاتے ہیں۔

### شوہر کی عدم رضامندی اور تصرف کا حق

گھر بیو امور میں اللہ تعالیٰ نے انتظامی اعتبار سے مرد کو فوقيت عطا کی ہے۔ شوہر عورت کے مال سے تصرف اس کی رضامندی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ عورت شوہر کا مال اس کی اجازت اور رضامندی سے خرچ کر سکتی ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرد کے بلند درجہ کی کیا حدود ہیں؟ کیا وہ عورت کو اس کا ذاتی مال

خرج کرنے سے روکنے کا اختیار رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا يجُوز لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةً إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا (۵۴) عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال سے عطا دے۔ ابھن ملجم میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے: لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ هَبَةً فِي مَالِهَا، إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا، إِذَا هُوَ مَلْكٌ عَصْمَتْهَا (۵۵) ابو داؤد کے الفاظ یہ ہیں لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ أُمْرٌ فِي مَالِهَا إِذَا مَلَكَ زَوْجِهَا عَصْمَتْهَا (۵۶) ان احادیث سے ظاہر ہے کہ خاوند کی زیرگرانی عورت کو اپنا مال بھی شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا جائز نہیں لیکن بظہر غائر اس کا جائزہ لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورت، شوہر کا مال اس کی مرضی کے بغیر خرچ نہیں کر سکتی۔ اگر ان مال بھی وہ اپنی مرضی سے استعمال نہیں کر سکتی تو اس کے حق ملکیت کا فائدہ؟ کیا محض مال کی اضافت اس کی طرف ہوگی؟ اس کے علاوہ عورتوں کے اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے کا جواز بھی ملتا ہے؟

امام خطابی لکھتے ہیں کہ ”اکثر علماء کے نزدیک یہ ممانعت حسن معاشرت اور شوہر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہے (عدم جواز کے لیے نہیں) سوائے مالک بن انس کے جن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر عورت شوہر کی مرضی کے بغیر عورت مال لائے تو اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔ امام خطابی لکھتے ہیں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ حکم غیررشیدہ کے لیے ہو“ (۵۷)

”علماء کے درمیان اس معاملے میں اختلاف ہے بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہما کہ خواہ عورت رشیدہ ہو وہ اپنے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر تھنہ یا عطا نہیں دے سکتی۔ امام لیث کہتے ہیں کہ وہ ایک تہائی مال یا اس سے کم و بیش میں شوہر کی اجازت کے بغیر عطا نہیں کر سکتی جبکہ طاؤس اور امام مالک کا کہنا ہے کہ وہ ایک تہائی مال اجازت کے بغیر ہبہ کر سکتی ہے اور اس سے زیادہ اجازت کے بغیر عطا نہیں۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ شفہہ نہ ہو تو وہ جتنے مال سے چاہے اجازت کے بغیر عطا دے سکتی ہے۔ اگر وہ کم عقل ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں۔“ (۵۸)

ابن حیی (کعب بن مالک کی اولاد میں سے) اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ کعب بن مالک کی بیوی خیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے زیور صدقہ کرنے کے لیے آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرے۔ کیا تو نے کعب سے اجازت لے لی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کعب بن مالک کی طرف بھیجا اس نے کہا کیا تو نے خیرہ کو اپنے زیور صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ پس کعب نے کہا ہاں پھر رسول اللہ صلی

الله علیہ وسلم نے ان سے صدقہ قبول کر لیا۔ (۵۹) یہ ضعیف حدیث ہے (۶۰) یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء نے اس سے حرمت مراد نہیں لیا ”قال الخطابی عند اکثر الفقهاء هذا على معنی حسن العشرة واستطابة نفس الزوج بذلك الا ان مالک بن أنس قال ترد ما فعلت من ذلك حتى يأذن الزوج وقد يتحمل ان يكون ذلك في غير الرشيد“ (۶۱) علماء کے یہاں جواز کو ترجیح دینے کی وجہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں بکثرت روایات موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو صدقہ کی ترغیب دی اور وہاں موجود خواتین نے اپنے زیوراتاً کر صدقہ کئے۔ اس صدقہ کو قبول کیا گیا اور شوہر کی اجازت پر موقوف نہیں رکھا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عیدین کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مددوں کے بعد عورتوں سے خطاب کیا ”فَوَاعْظُهُنَّ وَذَرْهُنَّ وَامْرُهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ بِأَيْدِيهِنَّ يَقْدِفُهُنَّ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ أَنْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ“ (۶۲)

بعض روایات میں خواتین کے صدقہ کے لیے گئے زیوروں کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ”فَوَاعْظُهُنَّ وَامْرُهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمُرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ، وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوِيهِ“ (۶۳) ایک روایت میں آتا ہے فَجَعَلُنَّ يُلْقِيْنَ الْفَتحَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوِبِ بِلَالٍ (۶۴) ان سب روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صدقہ کے لیے ترغیب وہیں دی گئی جس کے جواب میں عورتوں نے اپنے زیور صدقہ کر دیئے۔ ان زیورات کو بطور صدقہ قبول کیا گیا۔ کسی عورت کا صدقہ واپس کرنے کی تفصیل نہیں ملتی۔ اور نہ ہی خواتین نے اس سے قبل صدقہ کرنے کی اجازت ملی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء کا موقف ہے کہ عورت اپنے مال میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتی ہے۔ خواہ اس کی جائیداد ہو یا محنت سے حاصل ہونے والی آمدن ہو۔ احمد جادکھتے ہیں ”وَمِنْ ثُمَّ كَانَ تَصْرِيفُ الْمُرْأَةِ فِي أَمْوَالِهَا بِغَيْرِ أَذْنِ زَوْجِهَا فِي نَظَرِ الْإِسْلَامِ صَحِيحًا وَلَكِنَّهُ يَكْرَهُهُ لِأَنَّهُ قَدْ يُضُرُّ بِالْعَلَاقَةِ بَيْنِ الْزَوْجِينَ“ (۶۵) شیخ ابن حجرین عورت کے مال پر تصرف کی حدود بیان کرتے ہوئے فتویٰ دیتے ہیں۔ ”اس میں کوئی شک نہیں کہ بیوی اپنے مہر اور مملوکہ مال کی حقدار ہے۔ وہ مال اس کا کما یا ہوا ہو۔ اس کے نام ہبہ شدہ ہو یا اسے وراثت میں ملا ہو۔ بہر حال وہ اس کا مال ہے اور اس کی ملکیت ہے وہ اس میں مکمل تصرف کا حق رکھتی ہے۔ اگر عورت اپنے کل مال یا اس کے ایک حصے پر خاوند کا تصرف قبول کر لے تو اس کے لیے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ اس میں شرط یہ ہے کہ عورت خوشدلی سے ایسا کرے۔ اگر عورت عاقلہ اور رشیدہ

ہے تو اس کی اجازت کے بعد اولاد یا کسی اور سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت کے انکار کی صورت میں اس سے بدلسوکی نہ کرے۔ نہ اسے تنگ کرے نہ کسی طرح کا نقسان پہنچائے۔ کیونکہ وہ اپنے حق کی زیادہ حقدار ہے، اسی طرح کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ عورت اپنے مال کی مالک ہے اور وہ اس میں تصرف کا حق رکھتی ہے۔ اس سے کسی کو تحفہ دے سکتی ہے، صدقہ کر سکتی ہے۔ اپنا قرض اتار سکتی ہے۔ اپنے کسی عزیز یا غیر عزیز جس سے بھی وہ چاہے اپنے کسی حق مثلاً قرضہ یا واراثت سے دستبردار ہو سکتی ہے۔ اس پر خاوند کو کسی بھی صورت میں اعتراض کا حق حاصل نہیں ہے۔ اگر عورت عاقلہ رشیدہ ہو خاوند اس کی مرضی کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر عورت کوئی ایسا کام کرتی ہے جس سے مرد کے کسی حق کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو تو وہ اسے اس کام سے کسی شرط کے تحت روک سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میاں یہوی اپنی اپنی تحوہ ایک دوسرے کو تقسیم کرنے پر اتفاق کر لیں۔ خاوند اسے گھر یلو کام کا حق سے دستبرداری کی اجازت اور اسے لانے لیجانے کے عوض کچھ وصول کرے۔ (۶۶)

### حسن معاشرت کا تقاضا

حسن معاشرت، خیر خواہی اور انتظامی تدبیر کے لیے بہتر یہی ہے کہ زوجین کے درمیان مال کے خرچ میں موافقت پائی جائے تاکہ سو ۴ مفاہمت کہیں دلوں کی دوری کا باعث نہ بن جائے۔ تاہم ایک مسلمان شوہر کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ اس کی قوامیت کا ایک سبب عورت پر اپنا مال خرچ کرنا ہے۔ قرآن کریم میں وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ (۲۷) کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی خرچ شدہ مال کی اضافت مرد کی طرف کی گئی اور مطلق مال ”أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِ“ نہیں کہا گیا۔ اگر وہ اپنا مال خرچ کرنے کی بجائے عورت کا مال ہی اس پر خرچ کرے تو قوامیت کا ”کبھی سبب“ ختم ہو جائے گا۔ یہ جاننا نہایت اہم ہے کہ اگر ایک عورت ملازمت اختیار کرے تو اس صورت میں حقوق و فرائض کی نوعیت کیا ہوگی۔ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ اسلام کی رو سے ملکیت جائز ہے، کار و باری معاملات اور تجارتی لین دین میں عورت اور مرد کی حیثیت برابر کی ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لہذا جب کوئی عورت اپنے کام کے عوض کچھ آمدنی حاصل کرتی ہے تو یہ تمام رقم اس کی ملکیت ہے۔ اگر عورت غیر شادی شدہ ہے تو اس کے والد اس رقم پر دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح شادی شدہ عورت کی آمدنی پر شوہر کا کوئی حق نہیں ہے۔ بیہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جب ایک شادی شدہ عورت ملازمت کے لیے باہر جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی بعض گھر یلو مددار یوں کو ادا نہیں کیا۔ اس صورت میں شوہر کا یہ حق ہے یادہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہوی اپنی آمدنی میں سے کچھ حصہ گھر یلو مددار یوں

کی عدم ادائیگی کے عوض ادا کرے۔ عورت کی شادی ہو جانے کے بعد بھی اسلام، عورت کی انفرادی حیثیت برقرار رکھتا ہے۔ وہ محض شوہر کی ذات کا ایک حصہ شمار نہیں کی جاسکتی۔ عورت کو اپنی ذمہ داریاں خود اٹھانی ہوتی ہیں۔ تاہم اسلام، مسلمان مردوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کی اچھی طرح دیکھ بھال اور خبرگیری کریں۔ ایک مسلمان خاتون اپنے معاهدوں اور ملکیت سے متعلقہ معاملات میں خود مختار ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک خاتون اپنے شوہر کو مطلع کئے بغیر اپنا ذاتی مکان فروخت کر دیتی ہیں یہ سودا بالکل جائز اور مکمل ہے۔ اگر خاتون کے ذمہ کچھ قرض ہو تو وہ بھی اسے خود ادا کرنا ہو گا۔ نہ کہ شوہر کو تاہم اگر ان کے شوہران کی مدد کرتے ہیں تو یہ ان کی نیکی ہے اور ان سے ایسی ہی نیکی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ (۲۸)

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: خاوند اور بیوی کا مال شرعاً جدا جدای ہے۔ جس چیز کی خرید فروخت اور ہر قسم کے تصرف کا حق بیوی کو حاصل ہو وہ مال اس کی ملک ہو گا اور جس مال پر اس طرح شوہر کا تصرف ہوتا وہ مال شوہر کا ہے۔“ اگر خاوند عورت کے مملوک مال میں جائز موقع میں خرچ کرنے سے روکے تو عورت کو اس کے حکم کی تغییل واجب نہیں جب کہ بغیر کسی شرعی وجہ کے روکے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ آپس میں فساد اور ناتفاقی کرنا اچھا نہیں۔ اس لیے حتی الامکان خوب موافقت سے رہنا چاہیے۔ (۲۹)

## حرف آخر

موجودہ پاکستانی معاشرہ کی رسم و رواج اور نظریات و اثرات سے متاثر ہے۔ صدیوں تک برصغیر پاک و ہند کا مسلم معاشرہ ہندو مت میں عورت کی مکتر حیثیت کا شاہد ہا۔ وہاں عورت کو حق ملکیت تو درکنار حق شخصیت سے ہی محروم کر دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ شوہر کی موت بیوی کے لیے پیغامِ اجل بن جاتی تھی۔ اس کے بعد یہ معاشرہ استعماری اثرات سے متاثر ہوا۔ اور عصرِ حاضر میں جدیدیت اور عالمی استعمار (گلوبلائزشن اور انفارمیشن سینکڑا لو جی انقلاب) نے چهار اطراف سے مسلم معاشرے کے شخص کو معرض کشمکش میں ڈال رکھا ہے۔ قبلی رسم و رواج نے بھی بیوی کو زندہ وجود کا مقام عطا کرنے کی بجائے مال و اسباب اور جانوروں کی طرح بے زبان بنا رکھا ہے۔ اس بناء پر عورت کی ملکیت اور تصرف کے بارے میں بے شمار انتظامی مسائل نے اس کو جکڑ رکھا ہے۔ اکثر اسے قصراً زدواج برقرار رکھنے کے لیے اپنے حق ملکیت سے طوعاً و کرھاً دستبردار ہونا پڑتا ہے۔ جو عورت اپنی ملکیت کو برقرار رکھنے کے ساتھ مخلص اور وفادار نہ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ یہ بات اسلامی شریعت کے بالکل برعکس ہے۔

## حوالہ جات و حواشی

- (١) نعیم صدیقی، عورت معرضی کشمکش میں، الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۲۷
- (٢) پیل، رشیدہ محمد حسین، عورت بنام مرد، پاکستان و یمن لائرزا یوسف ایش، ص ۵۵
- (٣) النساء ۲۱:۳، ص ۲۰۰۵، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۱
- (٤) عکاشہ عبدالمنان، تحفہ ازدواج، مولانا محمد احمد (مترجم)، ادارہ اسلامیات، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۸
- (٥) البقرہ ۲۲۸:۲، مصر، ۱۹۶۸ء، ص ۵۳۵
- (٦) الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان، مطبعة مصطفی البابی الحنفی، مصر، ۱۹۶۸ء، ص ۵۳۷
- (٧) النساء ۳۲:۲، ص ۳۲۰
- (٨) آلوسی، شہاب الدین محمود، روح المعانی، دارالحیاء للتراث العربي، بیروت، ۲۳/۵
- (٩) الاستاذ بولی، محمود مهدی، تحفۃ العروس، مولانا ابو یاسرا جمل (مترجم)، درالاندلس، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۱۵
- (١٠) ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد الحنفی، ادارۃ الطبعۃ المنسیۃ، مصر ۱۳۵۲ھ/۱۰۰۲-۳۳۲-۳۳۲، ص ۳۱۵
- (١١) ايضاً
- (١٢) ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها (ح ۱۱۵۹)
- (١٣) حبیثی، نور الدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، دارالكتب العلمیة، بیروت - لبنان، ۲۰۰۱ء، ۳۱۰/۳
- (١٤) احمد بن خبل، المسند، دارالحیاء للتراث العربي، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۲۲۸/۵
- (١٥) ایضاً ۶/۷۶ (ح ۲۴۴۷۱)، ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرأة
- (١٨٥٢) البانی، محمد ناصر الدین، ارواء الغلیل، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵ء، ۵۶/۶
- (١٧) ايضاً، ص ۵۷، ۵۸
- (١٨) البانی، محمد ناصر الدین، سلسلة الصحیحة مختصر، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۵ء، ۲۰۲/۳
- (١٢٠٣) البانی، محمد ناصر الدین، ارواء الغلیل، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۵ء، ۵۶/۶
- (١٩) مبارک پوری، عبدالرحمن، تحفۃ الاحوڑی، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۵ء، ۲۰۲/۲
- (٢٠) تحفۃ العروس، ص ۳۱۵
- (٢١) ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها (ح ۱۱۶۳)

- (۲۲) مسنند احمد، ۴/۳۴۱ المعجم الأوسط ۲۹۱ امام منذری فرماتے ہیں کہ اس روایت کو احمد اور نسائی نے جید سند سے روایت کیا و کیمیے الترغیب والترہیب (۳/۷۳) امام حاکم اور ذہنی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حاکم/۲۳/۱۸۹
- (۲۳) البقرہ: ۲۲۳
- (۲۴) مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی (۱۲۱۸)
- (۲۵) البقرہ: ۲۲۸
- (۲۶) عورت معرض کشمکش میں، ص ۲۷۹
- (۲۷) مودودی، ابوالاعلیٰ، پرده، اسلام پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۱۵۵
- (۲۸) صحیح الدین نقائی، ہمارے معاشرتی مسائل، شعبہ تصنیف و تالیف، کراچی، ص ۵۸ Family, Society and the Individual, P153
- (۲۹) Marriage and Family in India, P258
- (۳۰) صنفی امتیاز اور متوازن معاشرہ، ص ۳۰
- (۳۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دارالعرف، بیروت۔ لبنان، ۱۱/۳۱
- (۳۲) تحفۃ العروس، ص ۳۳۰
- (۳۳) عبدالرحمن صابونی، نظام الأسرة و حل مشكلاتها، مكتبة و هبه قاهره، ۱۹۸۳ء، ص ۴۷
- (۳۴) البقرہ: ۲۲۸
- (۳۵) النساء: ۱۱
- (۳۶) مودودی، ابوالاعلیٰ، پرده، اسلام پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۰۸
- (۳۷) محبت حسین انعام، اسلام، قانون اور مظلوم پاکستانی عورت، مکتبہ النجاری، کراچی، ص ۸۵-۸۹
- (۳۸) النساء: ۳۲، ۳۳
- (۳۹) دریابادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی، مجلس نشریات قرآن، کراچی، ص ۱۹۰
- (۴۰) القاطبی، ابوعبدالله محمد بن احمد، الجامع لآحكام القرآن، دارالکاتب العربی للطباعة والنشر القاهره، ۱۶۲/۵
- (۴۱) روح المعانی ۱۶۲/۵
- (۴۲) النساء: ۷
- (۴۳) النساء: ۱۲
- (۴۴) البقرہ: ۲۳۳

- (٤٦) بخاری، کتاب العیدین، باب خروج الصیبان الی المصلى، (٣٠٤، ٩٧٩، ٩٧٥) مندرجہ بالا حدیث تین مختلف حدیثوں کا مجموعہ ہے۔
- (٤٧) البقرہ: ٢٢٨
- (٤٨) ابو داؤد، کتاب الطهارہ باب الرجل يجد الليلة فی منامه، ح ٢٣٦، ترمذی ١١٣، مسنند احمد ٢٥٦/٦
- (٤٩) بخاری، کتاب التفسیر، باب تبیغی مرضات ازواجک، ٤٩١٣
- (٥٠) بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الزوج (١٩٦٦)، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقہ..... (١٠٠٠)
- (٥١) ابو داؤد، کتاب السنۃ باب ترك السلام علی أهل الأهواء (٤٦٠٢) (عن سمیة مصغراهی البصریہ و حدیثها عند المؤلف والنمسائی و ابن ماجھ قال الحافظ "ہی مقبولة" قال المنذری سمیة لم تنسب) عون المعبدود ٣٢٨/٤، ٣٢٧/٤
- (٥٢) إسناده ضعيف لجهالة سمیة۔ وهي بصرية فقد تفرد بالرواية عنها ثابت۔ وهو البنايی - ولم يؤثر توثيقها عن أحد۔ ولجهالتها فقد اضطرب حماد بن سلمة في تسميتها، فسمها في هذه الرواية وفي الروايتين (٢٥١٢٢) و (٣٣٨/٦): سمیة، وسمها في الرواية الروايتين (٢٥٠٠٢) و (٢٦٢٥٠): شمیسہ، وقال جعفر بن سليمان كما في الرواية (٣٣٧/٦): حدثني شمیسہ، أو سمیة، علی الشك۔ وبقية رجاله رجال الشیخین غیر حماد بن سلمة، فمن رجال مسلم، وروى له البخاری تعليقاً، وقد تردد بين وصل الحديث وإرساله، شعیب الأرنؤوط ، مسنّد احمد ٤١/١٨٤
- (٥٣) ابو داؤد، کتاب الادب باب فی الغيبة (٤٨٧٥)
- (٥٤) نمسائی، کتاب العمري، باب عطیة المرأة بغیر اذن زوجها، (٣٧٨٧)
- (٥٥) ابن ماجھ، کتاب الہبات، باب عطیة المرأة بغیر اذن زوجها، (٢٣٨٨)
- (٥٦) ابو داؤد، کتاب البيوع، باب فی عطیة المرأة بغیر اذن زوجها (٣٥٤٦)
- (٥٧) الخطابی، ابو سليمان حمد بن محمد، معالم السنن، تحقيق عبد السلام عبدالشافی، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٩٩٦ء، ١٤٨/٣
- (٥٨) ابو عبد الرحمن، شرف الحق، عون المعبدود، تحقيق محمد شمس الحق عظیم آبادی، ادارہ العالم الوحدی، دہلی، ٣١٧/٣
- (٥٩) ابن ماجھ، کتاب الہبات، باب عطیة المرأة بغیر اذن زوجها (٢٣٨٩)
- (٦٠) انفردیہ ابن ماجھ، وقال البوصیری فی الرواید فی اسناده یحیی و هو غیر معروف فی اولاد

کعب فلاسناد ضعیف، بحوالہ فقه السنۃ للنساء، ص ۵۰

(۶۱) معالم السنن ۱۴۸/۳

(۶۲) بخاری، کتاب العیدین، باب العلم الذى بالمصلی، ۹۷۷

(۶۳) بخاری، کتاب العلم، باب وعظة الامام النساء (۹۸)

(۶۴) بخاری، کتاب التفسیر، باب اذا جاءك المؤمنات، (۸۹۵)، بخاری میں دیگر کئی مقامات

پر یہ روایت موجود ہے۔ (۹۷۷، ۹۸۹، ۴۸۹۵، ۵۲۴۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵)

(۶۵) احمد جاد، فقه السنۃ للنساء، داراللغد الجديد المنصوره، مصر، ۲۰۰۳ء، ص ۴۹۹

(۶۶) محمد بن عبد العزیز، فتاویٰ برائے خواتین، جاراللہ خیار (مترجم)، دارالسلام، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۳۶۰، ۳۶۱

(۶۷) النساء: ۳۲: ۳۲

(۶۸) ابوالفضل، نور احمد، خواتین اسلامی انسائیکلو پیڈیا، اسلامیکا کراچی، ۲۰۰۰ء، ص ۲۹۲، ۲۹۳

(۶۹) تھانوی، اشرف علی، تحریز و میجن، ترتیب مفتی محمد زید صاحب، طاہر سنن، لاہور، ص ۵۳